

مذاهب التفسیر الاسلامی کی روشنی میں مستشرق گولڈزیہر کے اعتراضات کا علمی جائزہ

A Critical analysis of Goldzehr's objections in the light
Mazāhib al-Tafsīr al-Islāmī

* Abdul Hameed

** Muhammad Siddique

Goldziher 1850-1921 is a Jewish Orientalist. His interest in the study of Islam took him to the famous Syrian scholar Sheikh Tahir Al-Jazāirī and after spending a long time in his company he moved to Palestine and then to Egypt. Where he benefited from the scholars of Azhar University. Among the Orientalists who have formally and fundamentally debated the Qur'anic text and recitations is Gold Poison. He is known for his objections to Hadith and Qur'anic recitations. Dr. Abdul Haleem Al-Najjar, a lecturer at Cairo University, has translated the famous book Muslim Studies of Goldziher into Arabic concerning the different methods and methods of recitation, tafsir, and tafsir of the Holy Quran. This translation was first published by Maktab al-Khanji in Cairo, Egypt in 1955 and reached the hands of the masters of science and literature and became popular. This book is a unique and brand new work of its kind in presenting various topics of the Quran and important aspects of Islamic culture and history in an excellent manner and style. Goldziher proved his meticulous study of the religions of Tafsir al-Islami and his in-depth study of Islam. But there is a difference between a Muslim and a non-Muslim studying Islam, this difference is visible in this book. Goldziher did not describe all the methods of commentary in this book. In addition, the author, like other Orientalists, has erred in interpreting some religious sentiments. Some Muslim scholars call such objections to Goldziher scientific errors. And some see it as part of a deliberate Zionist Orientalist conspiracy. However, the aspects of Tafseer which Goldziher has written about are very important, and much more needs to be written about them. Goldziher's investigation into the Qur'anic text has opened up new avenues for other Orientalists.

The said article will present an analytical study of the Qur'anic text, Goldziher's objections to various recitations, and the contents of the book.

Key Words: Qur'anic Text, Qir'at, Goldziher, Mazāhib al-Tafsīr al-Islāmī, Orientalism.

* Ph.D Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.

** Ph.D Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.

تعارف:

گولڈزیہر 1850-1921ء ایک یہودی مستشرق ہے۔ مطالعہ اسلام کا شوق اس کو شام کے مشہور عالم شیخ طاہر الجزیری کے پاس لے گیا اور ان کی صحبت میں کافی عرصہ گزرا اس کے بعد فلسطین اور پھر مصر منتقل ہوا۔ جہاں جامعہ ازہر کے علماء سے استفادہ کیا۔ قرآنی متن اور قراتوں کے حوالے سے مستشرقین میں سے رسمی اور بنیادی طور پر جس نے بحث و تحقیق شروع کی وہ گولڈزیہر ہے۔ موصوف حدیث اور قرآنی قرات پر اعتراضات کے حوالے سے مشہور ہے۔ قرآن مجید کی قراءت، تفسیر اور تفسیر کے مختلف مناہج و اسالیب کے حوالہ سے گولڈزیہر کی مشہور کتاب Muslim Studies کا عربی ترجمہ "مذہب التفسیر الاسلامی" کے نام سے قاہرہ یونیورسٹی کے استاذ اکثر عبدالحلیم النجار نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ پہلی بار 1955ء میں مکتبہ الخانجی قاہرہ مصر سے شائع ہو کر ارباب علم و ادب کے ہاتھوں میں پہنچا اور مقبول ہوا۔

"یہ کتاب قرآن مجید کے مختلف موضوعات اور اسلامی ثقافت اور تاریخ کے اہم پہلوؤں کو عمدہ منہج اور اسلوب سے پیش کرنے میں اپنی نوعیت کا منفرد اور بالکل نئے طرز کا کارنامہ ہے۔ گولڈزیہر نے مذہب التفسیر الاسلامی میں بہت دقت نظر اور اسلام کے گہرے مطالعہ کا ثبوت دیا۔ مگر کیونکہ ایک مسلمان اور غیر مسلم کے اسلام کا مطالعہ کرنے میں فرق رہتا ہے تو یہ فرق اس کتاب میں ضرور نظر آتا ہے۔ گولڈزیہر نے اس کتاب میں تمام مناہج تفسیر کو بیان نہیں کیا۔ علاوہ ازیں بعض دینی جذبات کی تشریح میں دوسرے مستشرقین کی طرح مصنف سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں۔ بعض مسلم علماء گولڈزیہر کے اس طرح کے اعتراضات کو علمی غلطیاں قرار دیتے ہیں۔ اور بعض اس کی سوچی سمجھی صیہونی استشراتی سازش کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ بہر حال تفسیر کے جن پہلوؤں پر گولڈزیہر نے قلم اٹھایا ہے۔ وہ بہت اہم ہیں اور ان پر مزید بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ قرآنی متن کے حوالے سے گولڈزیہر کی تحقیقات نے دیگر مستشرقین کے لئے نئی راہ کھول دی ہے۔ مذکورہ مقالہ میں قرآنی متن، مختلف قراتوں پر گولڈزیہر کے اعتراضات اور کتاب کے مندرجات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرنے سے پہلے مختصراً استشراق کا لغوی و اصطلاحی معنی اور گولڈزیہر کا تعارف پیش خدمت ہے۔

استشراق (Orientalism) اور مستشرق (Orientalist) کا لغوی معنی:

عربی زبان کے اعتبار سے استشراق کا سہ حرفی مادہ 'ش-ر-ق' ہے۔ جس کا معنی 'روشنی اور 'چمک' ہے۔ یہ لفظ مجازی معنوں میں سورج کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اس اعتبار سے شرق اور مشرق اس جگہ کو کہا جائے گا جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔¹

شرف الدین اصطلاحی "Orientalist" کے لغوی مفہوم کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"یہ لفظ انگریزوں کا وضع کردہ ہے جس کے لئے عربی زبان میں استشراق کا لفظ وضع کیا گیا ہے۔ لفظ "Orient"

بمعنی مشرق اور "Orientalism" کا معنی شرق شناسی یا مشرقی علوم و فنون اور ادب میں مہارت حاصل

¹ Ibn e Manzūr Muhammad bin Mukarram Al-Afrīqī, Lisān al-'Arab (Beirut: Dār Sādir, S.N), 10 : 174.

کرنے کے ہیں۔ مستشرق (استشرق کے فعل سے اسم فاعل) سے مراد ایک ایسا شخص ہے جو بہ تکلف مشرقی بتاتا ہے۔²

(Han's Wahr) نے Dictionary of Modern Written Arabic میں بتایا ہے کہ:

"استشرق کے معنی مشرقی علوم کے ہیں جبکہ مستشرق کے معنی مشرقی آداب سے آگاہ یا مشرقی علوم کے ماہر شخص کے ہیں۔"³

لفظ استشرق عربی گرائمر کی رو سے باب استفعال کا مصدر ہے جس کا خاصہ طلب فعل ہوتا ہے۔ تو اس طلب شرق میں لغوی اعتبار سے مستشرقین کے تمام تراہداف شامل ہو جاتے ہیں جن کی خاطر وہ مشرقی علوم و فنون کو سیکھنے کے ساتھ ساتھ ان کی نشر و اشاعت کا بھی بھرپور توجہ سے اہتمام فرماتے ہیں۔

استشرق (Orientalism) اور مستشرق (Orientalist) کا اصطلاحی مفہوم:

"مستشرق وہ شخص ہے جو خود مشرقی نہ ہو بلکہ بہ تکلف مشرقی بتا ہو۔ مشرقی علوم میں مہارت تامہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔"⁴

ایڈورڈ سید (Edward Said) تحریک استشرق اور مستشرق کے الفاظ کو وسعت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Anyone who teaches, writes about, or researches the Orient and this applies whether the person is an anthropologist, sociologist, historian or philologist either in its specific or its general aspects, is an orientalist. And what he or she does is Orientalism."⁵

"جو کوئی بھی مشرق کے بارے میں پڑھتا، لکھتا یا اس پر تحقیق کرتا ہے تو یہ تحقیقی معیار تمام تر پڑھنے لکھنے اور تحقیق کے نالے ماہر بشریات، ماہر عمرانیات، مورخین اور ماہر لسانیات پر منطبق ہوتا ہے خواہ یہ لوگ اپنے اپنے دائرہ شخصی میں خاص موضوع یا اپنے کسی عمومی مضمون پر کام کر رہے ہوں، مشرق شناس (مستشرق) کہلاتے ہیں۔ اور ان کا کیا جانے والا کام شرق شناسی ہو گا۔"

لیکن دورِ حاضر میں مستشرقین نے اپنے لئے مختلف نام تجویز کئے ہیں جن کو مولانا ابوالحسن علی ندوی نے یوں واضح کیا ہے کہ:

"اب مستشرقین مستشرق کہلوانا پسند نہیں کرتے دوسری عالمگیر جنگ کے بعد وہ 'ایڈوازر' ایریا اسٹڈی اسپیشلسٹ یا ایکسپٹ کہلوانا پسند کرتے ہیں۔"⁶

² Sharf al-dīn Islāhī, Mustashriqīn, Istishrāq awr Islām (A'zam Garh (India): Ma'arif Dār al-musannifin, 1986 A.D), 48.

³ Wehr, Hans and J. Milton Cowan, A Dictionary of Modern Written Arabic (London: Harrap, 1976 A.D).

⁴ 'Umar Farrukh, Al-Istishrāq, Māluhu wamā 'Alaih Al-Istishrāq Wa al-Mustashriqīn (Mujallah Al-Minhal, April 1989), 15.

⁵ Said, Edward W, Orientalism (London: Routledge & Kegan Paul, 1978 A.D), 21.

⁶ Abu al-hasan 'Alī Nadwī, Al-Islāmiyyāt baina Kitābiyyāt Al-Mustashriqīn (Beirut: Mu'assissat al-risālah, 1986 A.D), 15, 16.

مندرجہ بالا تعریفات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مستشرقین کا مقصد زندگی، مشرقی تہذیب، مشرقی ادب، مشرقی علوم اور فنون بشمول مذاہب، تاریخ، ادب، لسانیات، بشریات، معاشیات، سیاست وغیرہ ہیں۔ اور مشرقی قومیں ان کی طرف حیرت سے دیکھتی ہیں۔ ان مستشرقین نے اس سب کو کھنگالا، زندہ اور گم شدہ اقوام کی تاریخ کو پڑھا، ان کی نادر تصنیفات کا مطالعہ کیا ان کی ایجادات و انکشافات سے واقفیت حاصل کی، ان کی تاریخی عظمت کو تسلیم کیا، ان کے علوم و فنون کو ترقی دی ان کے تہذیب و تمدن کی تاریخ مدون کی ان کے لٹریچر کی ترقی و توسیع میں کوشش کی ان کی نایاب تصانیف کو مرتب کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا اور عام لوگوں کی رسائی کو ان نایاب کتابوں تک ممکن بنایا۔

تعارف: اجناس گولڈزیہر (م 1921ء):

پیدائش ہنگری کے ایک شہر زیکیس فیرفار (Szekesfehervar) میں 22 جون 1850ء میں ہوئی۔ پڑھنے لکھنے اور مطالعے کا شوق بچپن سے تھا اس لئے صرف پانچ برس کی عمر میں عہد نامہ عتیق کا مطالعہ شروع کر دیا۔ آٹھ برس کی عمر میں پوری تلمود پڑھ لی۔ سولہ سال کی عمر میں یہودیوں کی عبرانی مناجات کی اصل اور اقسام پر ایک مقالہ لکھا اور وہ شائع ہوا۔ گولڈزیہر نے فلسفہ اور قدیم زبانوں مثلاً فارسی اور ترکی کی کلاسیں بوڈاپسٹ (Budapest) یونیورسٹی میں لینا شروع کیں اس کام کی تکمیل پر ہنگیرین حکومت کی وزارتِ تعلیم کی طرف سے انہیں ایک وظیفہ ملا تو وہ جرمنی چلے گئے یہاں یونیورسٹی آف برلن (Berlin) اور یونیورسٹی آف لپزگ (Leipzig) میں اعلیٰ تعلیم کے مراحل مکمل کیے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔⁷

جرمنی سے وہ ہالینڈ چلے گئے اور لیڈن (Leiden) کی یونیورسٹی میں چھ ماہ تک اسلامیات کے درس و مطالعہ میں مگن رہے۔ اس سے پہلے ان کی تعلیم کا محور قدیم زبانیں اور لٹریچر رہا تھا۔ مگر یہاں اسلام سے متعلق درس و تدریس کے چھ مہینوں نے اسلام پر تحقیق و جستجو کو ان کی زندگی کا مشن بنا دیا۔ اس کے بعد حصولِ علم کا شوق گولڈزیہر کو کشاں کشاں شیخ طاہر الجزائری کے دروازے تک لے گیا جن کی صحبت سے موصوف نے کافی عرصہ استفادہ کیا اور پھر شام سے رختِ سفر باندھا تو فلسطین پہنچا اور وہاں سے مصر جامعہ الازہر کے اسکالرز سے استفادہ کیا۔⁸ یہ بات بھی واضح رہے کہ جامعہ ازہر میں کسی غیر مسلم کا داخلہ قانوناً منع تھا لیکن گولڈزیہر کے شوقِ علم اور تحریروں کو دیکھ کر خصوصی داخلہ کی اجازت دی گئی۔ اور گولڈزیہر نے بحیثیت طالبِ علم وہاں پڑھنا شروع کیا۔⁹

گولڈزیہر نے قاہرہ میں تعلیم کے ایام کو اپنی زندگی کا خوشگوار ترین اور مفید ترین مدت بیان کیا ہے۔ اپنے والد کی علالت کے باعث جو موت کا سبب بنی وہ قاہرہ میں زیادہ عرصہ قیام نہ کر سکی اور وطن واپس لوٹا پڑا۔ 1874ء میں ایمپیریل اکیڈمی کی رونداد میں گولڈزیہر کے علمی کارنامہ کی اشاعت ہوئی تو علومِ شرقیہ خصوصاً اسلام اور اس کے متعلقات کے حوالے سے ایک جدید طرز کے محقق کے طور پر آپ کی شہرت ہوئی۔ اسی شہرت کی بدولت امریکہ میں آپ کو مختلف یونیورسٹیز میں آٹھ لیکچرز کی سیریز ڈیلیور کرنے کی اجازت دی گئی

⁷ Ignaz Goldziher, Introduction to Islamic Theology and Law (USA: Princeton University Press, 1981 A.D.), i-xiii.

⁸ Kheir al-Dīn Zarkalī, Al-A'lam (Beirut: Dār al-'ilm lil malābain, 1984 A.D.), 1:84.

⁹ Najīb al-'Aqīqī, Al-Mustashriqūn (Egypt: Dār al-Ma'ārif, 1965 A.D.), 3:906.

جس کا اعزاز یہ 2500 امریکن ڈالر تحریر ہوا آپ نے اس دعوت کو قبول کیا اور ایک سال محنت کر کے لیکچرز بھی تیار کئے مگر علالت کے باعث امریکہ نہ جاسکے اور ان لیکچرز کو "Muslim Studies" کے نام سے شائع کرا دیا۔¹⁰

علامہ زرکلی نے الاعلام میں گولڈزیہر کا اس طرح تعارف کرایا ہے کہ قرآنی متن اور قراتوں کے حوالے سے مستشرقین میں سے رسمی اور بنیادی طور پر جس نے بحث و تحقیق شروع کی وہ گولڈزیہر ہے۔ مستشرق گولڈزیہر مذہباً یہودی ہے۔ جو حدیث اور قرآنی قرات پر اعتراضات کے حوالے سے مشہور ہے۔ اس کی پیدائش 1850ء اور وفات 1921ء میں ہوئی۔¹¹

گولڈزیہر نے انگریزی، جرمن اور فرانسیسی زبانوں میں کتابیں لکھی ہیں۔ جن کا موضوع زیادہ تر قرآن کریم کے علوم، ادب عربی، فقہ اسلامی اور اسلامی فقہوں کی تاریخ ہے۔¹² موصوف نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علوم اسلامیہ پر تحقیق و تفتیش کرنے میں صرف کیا ہے جس کے نتیجے میں اُس نے بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور اکثر اسلامی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ گولڈزیہر کے شوق علم کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ مختصر عرصہ میں موصوف نے اسلامی علوم پر بے شمار تالیفات و تعلیقات اور ابحاث و مقالات لکھ ڈالے۔¹³

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کے مطابق گولڈزیہر اپنی بدیانتی، عداوت اور خطرات کے لئے کسی تعارف کا محتاج نہیں، قرآن مجید اور علم حدیث کے موضوع پر خصوصیت سے اس کا قلم پھیلا ہے۔ اور متعدد شبہات قائم کئے ہیں جو بالکل استثنائی فکر کی پیداوار ہیں۔ قرآن پاک کو محمد ﷺ کا کلام قرار دیتا ہے اور اسلام کی مفتریات کا مجموعہ کہتا ہے۔¹⁴

مذکورہ اقوال کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اجناس گولڈزیہر (م 1921ء) مستشرقین کے اس طبقے سے تعلق رکھتا ہے جس نے اسلامی شریعت اور اس کے بنیادی مصادر کو اپنی تنقید کا خصوصی نشانہ بنایا ہے۔ مگر کچھ مسلم سکالر اس علمی کام کو الگ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسے دیگر مستشرقین سے ممتاز اور منفرد قرار دیتے ہیں جیسے مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے علی گڑھ میں پڑھے گئے اپنے مقالہ میں فرمایا ہے:

"پروفیسر گولڈزیہر جو فطرۃ مذاق استشرق لے کر پیدا ہوئے تھے اس استشرق کی فضا سے متاثر ہوئے بغیر کس طرح رہ سکتے تھے مگر گولڈزیہر کے مقالات و تصنیفات اس امر کی روشن دلیل ہے کہ گولڈزیہر کو اسلامیات کے ساتھ فطری اور حقیقی لگاؤ تھا۔ ان کا مقصد زندگی صرف علم کی خدمت تھا ان کو غرض نہ سیاست سے تھی اور نہ مشنریز کی طرح اسلام یا مسلمانوں کے خلاف پروپگنڈا کرنے سے تھی اور یہ اس لیے بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ مشنریز صلیبی لائیوں کے زخم خوردہ تھے اس لئے وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رسوائے زمانہ کتابیں لکھ کر کھسپانی بلی کھبانوچے کے مصداق اپنے دل کا بخار نکالنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں کے برعکس ولڈزیہر یہودی تھے۔ اور آپ نے اسلامیات پر جو کچھ لکھا اس میں عبقریت کی شان نظر آتی ہے۔ اس کے متعلق بدینتی کا الزام نہیں

¹⁰ Ignaz Goldziher, Tagebuch, Edited by Alexander Scheiber (Leiden: 1978 A.D.), 251.

¹¹ Kheir al-Dīn Zarkālī, Al-A'lām, 1:84.

¹² Kheir al-Dīn Zarkālī, Al-A'lām, 1:84.

¹³ Goldziher, Al-'aqidah wa al-Sharī'ah fi al-Islām, (Arabic Translated by: Muhammad Yūsuf Mūsā (Qāhirah: Dār al-Kutub al-ḥadīthah, 1959 A.D), 4.

¹⁴ 'Alyān Muhammad 'Abd al-Fattāḥ, Azhwa' u 'Ala al-Istishraq (Kuweit: Dār al-bahūth al-'ilmiyyah, 1400 A.H), 9-52.

دیا جاسکتا۔ اور اس حوالے سے گولڈزیہر کی غلطیاں علمی یا تعبیری بیان کی غلطیاں قرار دی جاسکتی ہیں یا پھر اس

وجہ سے غلطیاں ہیں کہ ایک مستشرق اور مسلمان کے مطالعہ اسلام میں بہر حال فرق ہوتا ہے۔¹⁵

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ گولڈزیہر کے نظریات میں اکثر اوقات اسلامی مصادر اور اُس کی تعلیمات کے حوالہ سے پوشیدہ رویوں کا اظہار بھی ہوتا ہے جس کو نہ صرف مسلم علماء بلکہ خود مستشرقین نے بھی اعتراض کرتے ہوئے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا ہے۔ کسی مذہب کی تعلیمات کے ضمن میں اُس کے وہ رویے جو پوشیدہ ہوں اُن کا اظہار دراصل اُس مذہب کے ماننے والوں کی دل آزاری کے مترادف ہے اور مستشرقین بالخصوص گولڈزیہر نے اس بات کا کوئی خیال نہ رکھا جو بذاتِ خود ایک غیر اخلاقی فعل ہے۔ چنانچہ برنارڈ لیوس نے گولڈزیہر کی کتاب کے انگریزی ترجمہ مطبوعہ 1979ء کے مقدمہ میں لکھا ہے:

"گولڈزیہر کو خیال ہی نہیں تھا کہ اس کی کتابوں کے قاری مسلمان بھی ہونگے اس لئے کہ یہ لوگ اپنا مخاطب مغرب کے قارئین کو ہی بناتے تھے۔ چنانچہ اس عہد کے دوسرے مصنفین کی طرح گولڈزیہر بھی قرآن کو پیغمبر اسلام کی تصنیف کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک ایسا کہنا اسلام کی سخت تنقیص ہے۔ علاوہ ازیں اسلام پر لکھنے والے تمام مغربی مصنفین کی طرح گولڈزیہر بھی قرآن و حدیث میں عہد جاہلیت کے بعض اجنبی اثرات پر بحث کرتا ہے۔ یہ موضوع بھی حساس مسلمانوں کے لئے سخت تکلیف دہ ہے۔"¹⁶

مذہب التفسیر الاسلامی کا تعارف:

قرآن مجید کی قراءت، تفسیر اور تفسیر کے مختلف مناہج و اسالیب کے حوالہ سے گولڈزیہر کی مشہور کتاب کا عربی ترجمہ ہوا "مذہب التفسیر الاسلامی" کے نام سے قاہرہ یونیورسٹی کے استاذ ڈاکٹر عبدالحلیم النجار نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ پہلی بار 1955ء میں مکتبہ الخانجی قاہرہ مصر سے شائع ہو کر باب علم و ادب میں بہت مقبول ہوا۔

کتاب کا تعارف خود مترجم کتاب ڈاکٹر عبدالحلیم النجار کے بقول اس طرح ہے:

"یہ کتاب قرآن مجید کے مختلف موضوعات اور اسلامی ثقافت اور تاریخ کے اہم پہلوؤں کو عمدہ منہج اور اسلوب بحث سے پیش کرنے میں اپنی نوعیت کا منفرد اور بالکل نئے طرز کا کارنامہ ہے۔ گولڈزیہر نے اس کتاب میں تمام مناہج تفسیر کا استیعاب و استقصا نہیں کیا۔ علاوہ ازیں بعض دینی عواطف و جذبات کی تشریح میں دوسرے مستشرقین کی طرح مصنف سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں۔ اور پھر کتاب عربی زبان فنی اغلاط سے بھی خالی نہیں ہے۔ جن پر ہم نے اپنے حواشی میں تنبیہ کر دی ہے۔ لیکن گولڈزیہر کو بحیثیت ایک عالم اور محقق کے جو اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے ان چیزوں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔"¹⁷

گولڈزیہر کی کتاب کے عربی ترجمہ "العقیدہ والشریعة فی الاسلام" کے مقدمہ میں ہے:

¹⁵ Sabāh al-Dīn 'Abd al-Rahmān, Islām awr Mustashriqīn (India: Dār al-Musannifin Shiblī Academy, 2004 A.D), 2:42,43.

¹⁶ Ignaz Goldziher, Introduction to Islamic Theology and Law, 10.

¹⁷ Goldziher, Taqdim Mazhab al-tafsir al-Islami (Arabic Translation by: Dr. 'Abd al-halim (Qahirah: Matb'ah al-Sunnah al-Muhammadiyah, 1955 A.D), 4.

"مذاهب التفسیر الاسلامی" کتاب گولڈزیہر کے ترکہ میں بہت زیادہ اہمیت اور شہرت کی حامل ہے اور شک و شبہ سے بالاتر ہو کر یہ کتاب مستشرقین کے لئے علمی سرمایہ ہے اس کتاب میں اسلام کے مبادیات اور قرآنی علوم پر جس طرز اسلوب سے بحث کی گئی ہے وہ مستشرقین کے نزدیک نہایت اعلیٰ اور بلند مرتبہ کام ہے۔"¹⁸

مذاهب التفسیر الاسلامی کتاب 1955ء میں مصر میں شائع ہوئی اس میں 418 صفحات ہیں۔ شروع میں مختصر سا مقدمہ ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کتاب کا عربی ترجمہ ڈاکٹر علی حسن عبدالقدیر نے شروع کیا تھا مگر کچھ مصروفیات کی وجہ سے وہ اس کام سے عہدہ برآئے ہو سکے تو مترجم نے یہ ترجمہ نئے سرے سے شروع کیا تاکہ اسلوب اور انداز ایک سارے پھر کتاب کی تعریف اور اس کتاب میں غلطیوں کی حواشی میں نشاندہی کا ذکر کیا گیا ہے اور تقدیم کو اللہ تعالیٰ سے طلب توفیق و ہدایت کی دعا پر ختم فرمایا ہے۔ پھر سات صفحات پر مشتمل موضوعات کی ایک تفصیلی فہرست ہے اس کے بعد کتاب کا نام جلی انداز میں لکھا گیا ہے۔ جسے فہرست میں صفحہ نمبر ایک شمار کیا گیا ہے اس کے بعد کا صفحہ خالی ہے اور صفحہ نمبر تین سے کتاب کا پہلا باب شروع ہوتا ہے۔ کتاب میں کل چھ ابواب ہیں۔ جن کی کچھ وضاح درج ذیل ہے۔

صفحہ 3 تا 72

المرحلة الاولى للتفسير

کتاب لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کی روشنی میں قرآن کے تفسیری اسالیب و مناہج کا جائزہ لیا جائے اور اس پہلے حصے میں اصل بحث سے پہلے نص قرآن یعنی متن قرآن کے ثبات پر تحقیق پیش کی گئی ہے۔ نص قرآنی میں تمام تشریعی کتابوں کی بنسبت سب سے زیادہ اضطراب پائے جانے کا دعویٰ کیا گیا ہے "بطور دلیل قرآن کے سبب احرف پر نزول والی حدیث کے مستند ہونے پر بحث کے ساتھ ساتھ قراءات مشہورہ پر طویل بحث ہے نیز قرآن کے نقاط اور حرکات کے نزول قرآن کے بہت بعد میں انتظام کو بھی اضطراب کی دلیل کے طور پر لیا گیا ہے۔"¹⁹

ایسی احادیث کے حوالے بھی موجود ہیں جن سے صحابہ کے پاس موجود مصاحف کے متون میں فرق ثابت ہوتا ہے۔ قرآن کی سبب احرف پر تلاوت کی آزادی کے حوالے سے قاری ابن سہب: ذ اور ابو بکر العطار المقرئ کے واقعات ذکر ہیں کہ مصحف عثمان سے متعلق قرات کی رائے رکھتے تھے جس کی بناء پر انہیں دیگر علماء نے پسند نہیں کیا۔ اس باب کو مشہور لغت کے عالم مبرد، مشہور مفسر کشاف اور ادیب ابو العلاء العری کے حوالوں پر ختم کیا ہے۔ جن سے ان حضرات کی اس رائے کا اندازہ ہوتا ہے کہ نحوی اور لغوی اعتبار سے کئی آیات کے اعراب میں اصلاح کی جاسکتی ہے جو کہ متن قرآن میں اضطراب کا ثبوت ہے۔"²⁰

صفحہ 73 تا 120

التفسير بالمأثور

دوسرے باب تفسیر بالمأثور کے حوالے سے بحث کی گئی ہے جس کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے۔ کہ متقدمین صلحا اور اتقيا ہمیشہ اس کام سے احتیاط کو ترجیح دیتے رہے اور قرآن کی تفسیر سے ان شخصیات پر انداز و تحذیر کے اثرات غالب رہے۔ جیسے محمد بن قاسم بن ابی بکر اور سلیم بن عبد اللہ بن عمر کے تفسیر قرآن سے منع کرنے کی روایات طبقات اب سعد میں موجود ہیں۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ

¹⁸ Goldziher, Al-'aqidah wa al-Shari'ah fi al-Islam, 5.

¹⁹ Goldziher, Mazhab al-tafsir al-Isami, 3-72.

²⁰ Goldziher, Mazhab al-tafsir al-Isami, 3-72.

عمرہ کے زمانہ میں ابن سبیح نامی شخص مدینہ آیا اور تنسابہ القرآن کے بارے میں سوال کرنے لگا، جب خلیفہ کو علم ہوا تو انہوں نے صاحب الدرہ کو بھیجا جس نے اس کو پشت پر کھجور کی چھڑی سے مارا۔ ابو وائل شفیق بن سلمہ، عبیدہ بن قیس کوفی، سعید بن جبیر، امام اصمعی تنسابہات، اسباب النزول وغیرہ امور سے متعلق سوال پر تفسیر سے منع کرتے اور صرف الفاظ سے سمجھ آنے والے مفہوم پر ایمان کی تلقین کرتے۔ اس کے بعد ایسا دور شروع ہوا جس میں اسرائیلیات، نزول قرآن کے بعد کئی حوادث و واقعات بھی تفسیری مواد کا حصہ بننے لگے۔ حضرت ابن عباس کے تلامذہ میں سے مجاہد، عکرمہ اور علی بن ابی طلحہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے ابن عباس سے بے شمار تفسیری اقوال روایت کئے ہیں۔ اور بعض منقولہ تفسیری روایات میں اختلاف بھی موجود ہے آخر میں امام طبری کی تفسیر طبری کا ذکر کیا ہے اور اسے تفسیر بالماثور کا دوسرا مرحلہ قرار دیا ہے اور اس تفسیر طبری کو علم التفسیر میں بے پناہ اضافہ ہونے کی وجہ بتایا ہے۔²¹

التفسیر فی الضوء العقیدہ: مذہب اہل الرائے صفحہ 120 تا 200

اس باب میں معتزلہ کی خلق قرآن کے مسئلہ میں جمہور سے مخالفت اور حنابلہ پر عتاب اور مشہور مفسر مجاہد کا تاویل القرآن کی طرف میلان کا اثبات، معتزلہ کی کتب میں سے مرتضیٰ معزلی کی امالی، زمخشری کی کشاف تفسیر بالرائے میں اہمیت، فخر الدین الرازی کی مفتاح الغیب کا تفسیر بالرائے میں کردار، معتزلہ کے نزدیک دینی حقائق میں عقل کے معیار ہونے کا اثبات، متکلمین کی عقائد مثلاً افعال العباد لطف الہی آخرت میں نافرمان مومنین کی جزا، شفاعت وغیرہ میں مشرقی مسیحی فرقوں سے اثر پذیری کا ذکر کرنے کے بعد اس باب کو عقائد میں وقوف کے قائل گروہ کے اقوال پر ختم فرمایا ہے۔²²

التفسیر فی الضوء التصوف الاسلامی صفحہ 201 تا 285

اسلامی تصوف کی روشنی میں تفسیر کی منہج کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ اہل تصوف کے پاس اسلام کے مستند مصادر یعنی قرآن و حدیث میں سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ وہ بعض آیات و احادیث کے ظاہری اور سیاق و سباق سے سمجھ آنے والے مفہوم سے ہٹ کر باطنی مفہیم سے اپنے صوفیانہ عقائد و اعمال کے لئے دلیل لاتے ہیں۔ اس حوالے سے عقیدہ وحدت الوجود سے متعلق ابن عربی، ابن رشد، جماعت اخوان الصفا اور امام غزالی کی آراء کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ان کی صوفیانہ تفسیر کی امثلہ پیش کی ہیں۔ نیز ان آیات و احادیث کا تذکرہ کیا ہے۔ جن سے اشاری طور پر صوفی حضرات استدلال کرتے ہوئے ہر چیز کے ظاہر کے پیچھے مخفی صورت کو اصل حقیقت، علم، حق اور یقین کے مراتب کا اثبات، مختلف اذکار کا اثبات، صوفیاء کے مقامات اور سب سے اعلیٰ مرتبہ مقام فنا کا اثبات کرتے ہیں۔²³

التفسیر فی الضوء الفرقة الدینیہ صفحہ 286 تا 336

دینی فرقوں کی روشنی میں تفسیر کے باب میں اہل سنت، خوارج، قدریہ، شیعہ اور شیعہ فرقوں اسماعیلی، غالی اور بابیہ کے مناہج و اسالیب تفسیر پر بات کی گئی ہے۔ زیادہ تر بات شیعہ فرقہ سے متعلق کی گئی ہے۔ شیعہ کے عقائد، حضرت علی اور معاویہ کے بارے میں ان کے نظریات، قرآن کے عثمانی متن پر شیعہ کی جرح قدح کامل مصحف کا امام منتظر کے پاس محفوظ ہونا، قدح کے باوجود نص عثمانی کا شیعہ کے

²¹ Goldziher, Maḥḥabib al-tafsīr al-Isāmī, 73-120.

²² Idziher, Maḥḥabib al-tafsīr al-Isāmī, 120-200.

²³ Goldziher, Maḥḥabib al-tafsīr al-Isāmī, 201-285.

ہاں حضرت علی کا مقام اور شیعوں کے اصلی تفسیر کی روشنی میں متعدد آیات کے تفسیری نمونے اور ان کی خاص تاویلات کے بعد اسماعیلی، غالی اور بابیہ فرقہ کے درمیان فرق کے بیان پر اس باب کا اختتام فرمایا ہے۔²⁴

التفسير في الضوء التمدن الاسلامي صفحه 337 تا 396

اسلامی تہذیب و تمدن کی روشنی میں تفسیر کے باب میں اسلام اور جدید تہذیب کے تقاضوں سے بات کی ابتداء ہوتی ہے ان تقاضوں کی روشنی میں تفسیر کرنے والے چار علماء اور ان کے پیروکاروں کا خاص طور پر اس باب میں ذکر ہے۔ ان چار شخصیات میں سے ایک ہندوستان کے سید امیر علی ہیں دوسرے سرسید احمد خان بہادر ہیں تیسرے محمد عبدہ اور چوتھے عبد الوہاب نجدی ہیں ان میں سب سے زیادہ تذکرہ سید امیر علی اور محمد عبدہ اور ان کے اسالیب تفسیر پر محیط ہے۔ سید امیر علی قرآن کی تفسیر کے لئے عقل اور غور و فکر کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور حدیث کو محض واقعات اور قصص کی حیثیت دیتے ہیں اور اجماع کی حجیت کا بھی انکار کرتے ہیں نیز معاملات سے متعلق احکامات مستقل نہیں بلکہ زمان و مکاں کی رعایت کے مطابق تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور یہ تمام تر تبصرہ سید امیر علی کی کتاب "The Spirit of Islam" اور سرسید احمد خان کی کتاب "تفسیر القرآن" کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ اس کے بالمقابل مصری عالم محمد عبدہ جدید تہذیب کے مطابق تفسیر میں نہ تو حدیث کی اہمیت کو عقل سے ادنیٰ گردانا گیا ہے اور نہ ہی اجماع کا انکار ہے۔ تقلید کو رد کرتے ہوئے قرآن و سنت اور تاریخ اسلامی میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے اور پھر دونوں قسم کی مناہج کے درمیان تفصیلی تقابل پر بحث کو مکمل کیا گیا ہے۔²⁵

کتاب کے آخر میں تقریباً دو صفحات پر مشتمل جدول الخطا الصواب ہے اور 17 صفحات پر مشتمل فہرست باہم الاعلام الواردة في الكتاب ہے۔ جدول الخطا الصواب میں عربی ترجمہ اور حاشیہ و تعلیق میں موجود تلفظ اور نقاط وغیرہ کی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جدول اور فہرست الاعلام ناشر کی طرف سے شامل کی گئی ہیں۔

گولڈزیہر کے اعتراضات 'مذاهب التفسیر الاسلامی' کی روشنی میں:

گولڈزیہر نے اپنی کتاب کو (1627-1703) Peter Werenfels کے ایک قول کے ساتھ شروع کیا۔ جو اس نے بائبل کے بارے میں کہا تھا۔ مگر گولڈزیہر کے نزدیک یہ قول قرآن پر حد درجہ صادق آتا ہے۔:

"كل امری يطلب عقائده في هذا الكتاب بالمقدس و كل امری يجد فيه على الخصوص ما يطلبه"²⁶

"Everybody seeks his dogma with in this holy book- Everybody will find what he was seeking within."²⁷

پھر اس بات کا اظہار کیا ہے کہ یہ پہلا باب اصل بحث شروع کرنے سے پہلے بطور تمہید ہے اور اس تمہید کی ابتدا گولڈزیہر نے یوں کی ہے:

²⁴ Goldziher, Mazhab al-tafsir al-Isami, 286-336.

²⁵ Goldziher, Mazhab al-tafsir al-Isami, 337-396.

²⁶ Goldziher, Mazhab al-tafsir al-Isami, 3-72.

²⁷ Mathias Rohe, Islamic Law in Past and Present (English Translation by: G Goldbloom (Leiden: Koninklijke Brill, 2015 A.d), 192.

"ایک کتاب جس سے ایک بڑی دینی جماعت نے والہانہ عقیدت کا اعتراف کیا ہو وہ عقیدہ رکھتی ہو کہ کتاب وحی کے ذریعے ہونے والا خدا کا کلام ہے اور اس کتاب کا متن بھی زمان قدیم سے چلا آ رہا ہو اور پھر اس متن میں اتنا اضطراب اور عدم ثبات ہو جتنا قرآن میں ہے دنیا میں قرآن کے سوا ایسی کوئی تشریعی کتاب نہیں"۔²⁸

متن میں اضطراب اور عدم ثبات سے مراد یہ ہے کہ متن کے الفاظ اور ان کے ربط و ترتیب اتنے مختلف اور متنوع ہوں کہ ان میں سے صحیح کا تعین یقینی طور پر ممکن نہ ہو گولڈزیہر کا سب سے پہلا اعتراض یہ ہے دنیا میں پائی جانے والی تشریعی کتابوں میں سے متن کے حوالے سے سب سے زیادہ اضطراب قرآن کے متن میں ہے اور اس بات کی تقویت کے لئے قراءات کے اختلاف کا سہارا لیتے ہوئے حسب ذیل انداز اختیار کرتے ہیں۔

"قراءات کا اختلاف رسم مصحف کے نقطوں اور اعراب کے خالی ہونے کے سبب وجود میں آیا اور یہ تمام قراءات انسانی اختراع ہیں"۔²⁹

اور اس بات کے اثبات کے لئے حسب ذیل امثلہ پیش کی ہیں:

پہلی مثال:

سورۃ الاعراف کی آیت 48 میں ہے "وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رَجُلًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ" بعض قاریوں نے لکھتے "ون" کی باموحدہ کو لکھتے "ون" "ثا" مثلاً کے ساتھ پڑھا ہے³⁰

دوسری مثال:

اسی سورۃ الاعراف کی آیت 57 میں ہے: "وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ" یہاں بشر کو نشر پڑھا گیا ہے۔

تیسری مثال:

سورۃ التوبہ کی آیت 114 میں ہے: "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ" یہاں کی قراءات میں وعدھا

اباہ ہے باموحدہ کے ساتھ³¹

گولڈزیہر نے بعض مستند احادیث کو بھی اپنے اعتراض کی تقویت میں بطور دلیل پیش کیا ہے:

صحابہ کے مصاحف میں کمی پیشیاں ہوئی ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں فاتحہ اور معوذتین نہ تھیں جبکہ ابی بن کعب کے مصحف میں سورۃ الجلع اور سورۃ الحفد بطور اضافہ شامل تھیں۔³²

پہلی مثال:

"حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ابی بن کعب ہم میں سب سے بڑے قاری ہیں۔ لیکن جہاں حضرت ابی بن کعب غلطی کرتے ہیں اس کو ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میں نے تو قرآن مجید کو رسول اللہ ﷺ کے دہن

²⁸ Goldziher, Maḏḥahib al-tafsīr al-Isāmī, 4.

²⁹ Goldziher, Maḏḥahib al-tafsīr al-Isāmī, 8,9.

³⁰ Goldziher, Maḏḥahib al-tafsīr al-Isāmī, 9.

³¹ Goldziher, Maḏḥahib al-tafsīr al-Isāmī, 9.

³² Goldziher, Maḏḥahib al-tafsīr al-Isāmī, 16-21.

مبارک سے سنا ہے اس لیے میں تو کسی کے کہنے پر اسے چھوڑنے والا نہیں ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: ہم جو بھی آیت منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں۔³³

دوسری مثال:

محمد ﷺ نے خود بیان کیا کہ "اللہ الواحد الصمد" قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ ہے³⁴

جبکہ "اللہ الواحد الصمد" قرآن کی کوئی صورت ہے ہی نہیں۔

تیسری مثال:

موجودہ قرآنی ترتیب کے مطابق سورہ النساء اس طرح درج ہے "لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَبِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" مگر کچھ راویوں کے نزدیک یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی "لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ غَيْرُ أُولِي الضَّرَبِ" یعنی غَيْرُ أُولِي الضَّرَبِ کے الفاظ کچھ ثقہ رواۃ کے نزدیک آیت کے درمیان میں نہیں بلکہ آخر میں تھے۔³⁵

مختصر یہ کہ گولڈزیہر کے مطابق قرآن مجید محمد ﷺ کی دی گئی تعلیمات کا ملغوبہ ہے جس کے ماخذ دو عناصر تھے

1- خارجی 2- داخلی

اس کی تصنیف العقیدہ الشریعہ میں ہے:

"پیغمبر کا پیغام صلح"۔ معارف و مسائل کا ملغوبہ تھا جو آپ کو یہودی اور عیسائی حلقوں کے ساتھ قریبی تعلقات کی وجہ سے ملے تھے۔ آپ ان نظریات سے بہت متاثر تھے۔ اور ان کا خیال تھا کہ ان کے ذریعے اہل وطن کے دل میں سچا مذہبی شوق بیدار کیا جاسکتا ہے اور یہ تمام تر تعلیمات و ہدایات آپ نے بیرونی عناصر سے لی تھیں۔ آپ ﷺ کے خیال میں رضائے الہی کے حصول میں زندگی کی کشتی کو ایک نیا رخ دینے کے لیے نہایت ضروری تھا۔ ان افکار سے آپ اس قدر متاثر ہوئے کہ یہ افکار آپ کے دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو گئے۔ اور مضبوط بیرونی اثرات کی وجہ سے آپ ان نظریات کی حقیقت کا اس قدر ادراک کرایا کہ یہی نظریات عقیدہ بن کر آپ کے دماغ میں جا گزیں ہوئے اور انہی تعلیمات کو آپ وحی الہی سمجھنے لگے۔"³⁶

گولڈزیہر کا ایک اور بڑا اعتراض وہ یہ کہ اسلامی تصوف بہت کمزور دلائل پر مبنی ہے۔ اس علم اور اس کی مصلحتات کے اثبات میں دور کے اشاروں اور کنایوں سے کام لیا جاتا ہے اہل تصوف اپنی بات کے اثبات میں اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ اصل اسلام پر بھی زد پڑ رہی ہوتی ہے مگر وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے اس کی ابتداء زہد و بیسٹ سے کی جاتی ہے۔ دنیا جہاں سے کنارہ کشی اور بے رغبتی پرتی جاتی ہے۔ فیض الہی کے حصول کا دھیان جمانا ہوتا ہے جس سے احساس شوق الی اللہ میں بدل جاتا ہے۔ اور پھر استغراق کی کیفیات شروع ہو جاتی ہیں اور آخر میں انسان کا شخصی وجود اللہ کی حقیقت میں گم ہو جاتا ہے۔ اور یہ سب قرآن و حدیث سے اشاری طور پر ثابت کیا جاتا ہے

³³ Abu 'Abdullah Muhammad Bin Ismā'il Bukhārī, Al-Sahīh al-Bukhārī, Kitāb: Faḥṣ al-Qur'ān, Hadith No. 5005.

³⁴ Bukhārī, Al-Sahīh al-Bukhārī, Kitāb: Faḥṣ al-Qur'ān, Hadith No. 5015.

³⁵ Bukhārī, Al-Sahīh al-Bukhārī, Kitāb al-Tafsīr, Hadith No. 4594.

³⁶ Goldziher, Al-'aqidah wa al-Shari'ah fi al-Islām, 12.

مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت 156 **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** سے مقام فنا کا اثبات کیا جاتا ہے۔ جو کہ سیاق و سباق سے سمجھ آنے والے مفہوم کے بالکل برخلاف ہے اسی طرح سورۃ النکاح میں **"علم الیقین"** اور **"عین الیقین"** فکری استغراق کو ثابت کی جاتا ہے۔³⁷ کتاب کے مترجم نے اس اعتراض کا جواب نہایت عمدہ انداز میں دیا ہے کہ اسلامی تصوف کی جو مثالیں اور باتیں گولڈزیہر نے ذکر کی ہیں وہ اسلامی نہیں بلکہ اسلامی تصوف تو وہ ہے جو اسلام کی نہ تو کسی اصل کا انکار کرے اور فرع کا منکر ہو۔ اسلامی تصوف میں کسی طور پر بھی شریعت کو لغو ٹھہرانا درست نہیں اسلام کے صوفیاء نے اپنے مذہب کی بنیاد شریعت پر ہی رکھی ہے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت رسالہ قشیریہ اور دیگر متصوفین اسلامی کی کتب اور طرز عمل ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو شریعت کو عین حقیقت اور حقیقت کو عین شریعت قرار دیتے ہیں۔ جو لوگ تصوف کو شرعی احکام کے انکار کا زینہ بناتے ہیں تو ایسے لوگ ملحد ہیں اور امت کے علماء نے کبھی انہیں قبول نہیں کیا۔³⁸

متن قرآن پر گولڈزیہر کے اعتراضات کا علمی جائزہ:

ابتداءً جب گولڈزیہر نے اسلامی موضوعات پر حقیق کا آغاز کیا تو اس کا موضوع قرآن قرآنی نہیں تھا تاہم مذہب التفسیر الاسلامی میں خاص طور پر پہلے باب کے آغاز میں تقریباً 70 صفحات، قرآنی متن میں اضطراب اور نقص ثابت کرنے کے لئے حدیث سببعہ احرف کی استنادی حیثیت اور قراءات شاذہ کو دلیل بنا کر موجودہ قرآن کی حجیت و قطعیہ پر اعتراضات و شبہات کو شامل کیا ہے۔ اگر نص قرآن کی قطعیہ میں شک و شبہات پیدا کرنے سے متعلق مستشرقین کے کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو گولڈزیہر کے تحریر کردہ یہ صفحات بنیادی کردار ادا کرتے ہیں جو بعد میں آنے والے مستشرقین کے لئے بنیادی فکر فراہم کرنے میں مصدر کا کردار فراہم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حدیث سببعہ احرف اور قراءات شاذہ کو دلیل بنا کر متن قرآن کو چیلنج کرنے والے مستشرقین میں سے الفونس منگانا (Alphonse Mingana) آر تھر جیفری (Arthur Jeffery) اعرڈا کٹر جی۔ آر۔ پین (Dr. G.R. Piu) نے بھی اپنے پیشرو گولڈزیہر کی ہی پیروی کی ہے۔ محمد عبدالفتاح مستشرقین کے اس طرح کے مزاج پر یوں تنصیر کرتے ہیں۔ مستشرقین نے منفرد نوعیت کے کارنامی انجام دئے لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ حقیقت نہیں بھولنی چاہیے کہ یہودی مستشرقین کا ایک خاص مزاج ہے کہ وہ بڑی مہارت سے فریب اور برائی کے راستے صاف کرنے کا فن رکھتا ہے اور قاری کی فطرت کو اپنے خیالات سے آشنا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تعریف اور اندیشے سے شروع کرتے ہوئے، وہ خفیہ طریقوں سے شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔³⁹ تمام مستشرقین اس صہیونی مزاج پر مخفی شکوک و شبہات اور ابہام کے ساتھ متفق ہیں۔ ان اعتراضات کی حقیقت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس کے بقول نص قرآنی میں تمام کتب سماویہ سے زیادہ تحریفات واقع ہوئی ہیں حالانکہ اس نے دیگر کتب سماویہ کو ان کی اصل نصوص میں کبھی نہیں دیکھا کیونکہ ان کی اصل نصوص کو ناپید ہوئے عرصہ گزر گیا۔ اس کے باوجود قرآن کو ان کتب کے مقابلہ میں زیادہ پُر نقص قرار دینے پر ڈٹا ہوا ہے۔⁴⁰

³⁷ Goldziher, *Mazḥāhib al-tafsīr al-Isāmī*, 201-220.

³⁸ Goldziher, *Mazḥāhib al-tafsīr al-Isāmī*, 202.

³⁹ 'Alyān Muhammad 'Abd al-Fattāḥ, *Aḏḥwā' u' Ala al-Istishrāq*, 9-52.

⁴⁰ Goldziher, *Mazḥāhib al-tafsīr al-Isāmī*, 53.

گولڈ زیہرنے قراءات کے اختلاف کا سبب رسم کے لفظوں اور حرکات نہ ہونے کو گردانا ہے۔ اور اس کی چند مثالیں بھی دی ہیں لیکن ان بیسیوں مثالوں کی طرف دھیان ہی نہیں دیا جو اختل رسم کی وجہ سے دیگر صورتوں سے پڑھے جانے کی گنجائش رکھتی تھیں۔ لیکن ان کو ایک ہی صورت میں پڑھا گیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءات کا اختلاف رسم کی وجہ سے نہیں بلکہ اتباع روایات سے وجود میں آیا ہے۔⁴¹

تمام امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ فقط وہ صورتیں جن میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں وہی معتبر ہوں گی بقیہ اس استنادی حیثیت سے خالی ہوں گی اور وہ شرائط درج ذیل ہیں:

1. وہ صورتیں آنحضرت ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو۔
 2. لغت عرب یا عربی زبان کے طے شدہ گرائمر کے اصولوں کے مطابق ہوں۔
 3. حضرت عثمان کے مصاحف کے رسم الخط میں مذکورہ قراءات کی گنجائش باقی ہو۔
- مذکورہ بالا شرائط پر جو صورتیں پوری نہیں اترتیں وہ شاذ کہلاتی ہیں اور امت مسلمہ میں سے کسی طبقہ نے اُسے معتبر نہیں مانا۔ گولڈ زیہر یا دیگر مستشرقین نے جن قراءات کو دلیل بنا کر اعتراضات پیش کئے ہیں وہ سب اسی قبیل سے ہیں۔ نیز جن جن قراتوں کو شاذ قرار دیا گیا ہے اگر اُن سب پر غور کریں تو کوئی قرات ایسی نہیں ملے گی جس میں مندرجہ ذیل باتوں میں سے کوئی ایک نہ پائی جاتی ہو۔ یعنی شاذ قراتوں میں کوئی نہ کوئی ایک کی ضرورت ہوگی جو اُسے شاذ بناتی ہے۔

1. بعض اوقات ایک قرات اپنی سند کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہے مگر اُس میں مذکورہ شرائط میں سے کوئی ایک مفقود ہوتی ہے اور وہ قرآن کی قرات نہیں ہوتی۔ ہوتا یوں ہے کہ کوئی صحابی یا تابعی قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے کسی لفظ کی تشریح میں چند الفاظ لکھ دیتے ہیں جس سے کسی کو یہ مغالطہ ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی الگ سے قرات ہے۔ مگر قرآن جو مکمل متواتر ہے اور ہر دور میں ہزاروں حفاظ بھی موجود رہے ہیں اور جس کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ نے اٹھایا ہے اُس کے لیے اضافہ و ترمیم کا شائبہ بھی ممکن نہیں۔ اسی لیے اُس دور میں صحابہ و تابعین نے قرآنی آیات کی تشریحات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا گیا۔ اس کی کچھ مثالیں حسب ذیل ہیں:

مثال اول:

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ "وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَرَحْطِكَ مِنْهُمْ الْمَخْلَصِينَ"⁴²

یہاں "وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" آیت کا حصہ نہیں بلکہ تفسیری اشارہ ہے جو انہوں نے اپنے تلامذہ کو سمجھانے کے لئے بیان کیا اس کے مطلب سے بھی ظاہر ہے اور امام بخاری نے بھی اس روایت کو کتاب التفسیر میں پیش کر کے اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔

مثال دوم:

⁴¹ 'Abd al-Fattāh Shalbī, Rasm al-Mushaf wa al-Ihtijāj bihī fī al-Qir'āt (Qāhirah: Maktabah al-misriyyah, 1960), 35.

⁴² Bukhārī, Al-Sahīh al-Bukhārī, Kitāb al-Tafsīr, Hadith No. 4971.

مشہور تابعی سعید بن جبیر نے کہا حضرت ابن عباس اس طرح آیت کی تلاوت کیا کرتے تھے "وَكَانَ اِمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا" اور اس آیت کی بھی یوں تلاوت کیا کرتے تھے "وَأَمَّا الْعُلَامُ فَكَانَ الْكَافِرُ وَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنِينَ"⁴³
اب اس روایت میں امامہم اصل آیت میں موجود لفظ وَرَاءَهُمْ کا معنی بیان کرنے کے لئے ہے۔ اور "سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ" میں صَالِحَةٍ مخدوف صفت کے لئے تفسیری اشارہ ہے۔ نیز دوسری آیت میں فَكَانَ الْكَافِرُ آیت کی وضاحت کے لئے بطور تفسیری اشارہ لکھا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے صاحب بخاری نے اس روایت کو بھی کتاب التفسیر میں بیان فرمایا ہے۔

مثال سوم:

حضرت عبد اللہ بن عباس نے ایک آیت سے متعلق یہ گواہی دی ہے کہ یوں نازل ہوئی تھی "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ فِي مَوْسَمِ الْحَجِّ"⁴⁴

چونکہ مذکورہ آیت میں اس امر کی اجازت ہے کہ ایلم حج میں تجارت کے ساتھ مالی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اس لیے جب صحابی نے تفسیر کی تو اپنے مصحف میں اس آیت کے تحت فی موسم الحج لکھ دیا اور اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اسے التجارہ یا الموسم کے باب کے تحت کتاب الحج میں بیان کیا ہے۔ ابن الجزری کا قول نقل کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:
بعض مرتبہ تفسیر و تشریح کے لیے جو کلمات استعمال ہوتے ہیں انہیں بھی قرات میں شامل کر لیا جاتا اس لیے کہ صحابہ کرام کو اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ تفسیری کلمات قرآن کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں گے کیونکہ انہوں نے قرآن خود حضور ﷺ سے سنا تھا اور دوسرا یہ کہ تفسیری کلمات ذاتی نسنوں میں لکھتے تھے جو صرف ان کی حد تک محدود رہتے۔⁴⁵ حضرت عائشہؓ نے بھی ایسا کیا تھا جس کا بیان اگلی مثال میں ہے۔

مثال چہارم

ابو یونس جنہیں حضرت عائشہؓ نے آزاد کیا تھا روایت کرتے ہیں کہ

"حجرت عائشہؓ نے مجھے حکم دیا کہ اُن کے قرآن لکھوں اور جب مذکورہ آیت پر پہنچوں تو انہیں بتاؤں اور وہ آیت یہ تھی حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ "چنانچہ جب میں اس آیت پر پہنچا تو انہیں بتایا تو انہوں نے مجھے لکھوایا "حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَالصَّلَاةِ الْعَصْرِ" حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے یوں ہی سنا۔"⁴⁶

اب اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وَالصَّلَاةِ الْعَصْرِ حضرت عائشہؓ نے اپنے مصحف میں بطور یاد دہانی لکھوائے تھے کہ حضور ﷺ نے "وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ" کا معنی وَالصَّلَاةِ الْعَصْرِ بتایا تھا۔

⁴³ Bukhārī, Al-Sahīh al-Bukhārī, Kitāb al-Tafsīr, Hadith No. 4725.

⁴⁴ Bukhārī, Al-Sahīh al-Bukhārī, Bāb: Al-Tijārah abām al-mosam, Hadith No. 1770.

⁴⁵ Jalāl al-Dīn al-Sayūti, Al-'itiqān fi 'Ulūm al-Qur'ān, 1:134.

⁴⁶ Muslim bin Hajjāj al-Qusheirī, Al-Sahīh al-Muslim, Kitāb al-Masājid wa mawāZhi' al-Salāt, Hadith No. 1427.

2. اس حوالے سے کچھ مثالیں ایسی بھی ہیں کہ قرآن کریم کی بعض قراتیں منسوخ ہو گئیں جن کا علم اکثر صحابہ کونہ ہوا۔ اس لئے وہ قدیم قراءات کے ساتھ پڑھتے رہے۔⁴⁷ مگر دیگر صحابہ جانتے تھے کہ یہ قراءات منسوخ ہو چکی ہے اس لئے وہ اسے نہ پڑھتے تھے اور نہ قرآن کریم کی صحیح قراتوں میں شمار کرتے تھے۔

مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد نے جو کہ تابعی تھے حضرت ابودردہ کے سامنے سورۃ واللیل کی تلاوت یوں کی "وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى (1) وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى (2) الذَّكْرَ وَالْأُنْثَى" اور گواہی دی کہ عبداللہ بن مسعود اسی طرح تلاوت کرتے تھے۔ ابودرداء نے اس پر فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بھی نبی کریم ﷺ کو اس طرح پڑھتے سنا ہے۔" لیکن یہ شام کے لوگ چاہتے ہیں کہ میں "وَمَا خَلَقَ الذَّكْرَ وَالْأُنْثَى" پڑھوں۔ اللہ کی قسم میں کسی صورت میں ان کی پیروی نہ کروں گا۔⁴⁸ مذکورہ حدیث کی تشریح حافظ ابن حجر اس طرح کرتے ہیں:

"ولعل هذا مما تسخت تاويله ولم يبلغ النسخ آيا الدرداء ومن ذكر معه والعجب من نقل الحفاظ من الكوفيين هذه القراءة عن علقمة و عن بن مسعود و اليها القراءة بالكوفة ثم لم يقربها احد منهم وكذا اهل الشام حملوا القراءة عن ابي الدرداء ولم يقر احد منهم بهذا فهذه مما يقوى ان التلاوة بها نسخت"⁴⁹ شاید کہ اس آیت کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی۔ جس کا علم حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہا کو نہیں ہوا تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ کوفہ کے وہ قراء جن کا سلسلہ قراءت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے ان میں سے کسی کی بھی یہ قراءت نہیں اور اسی طرح اہل شام نے قرات قرآن حضرت ابودرداء سے سیکھی اور ان میں سے کوئی بھی اسے نہیں پڑھتا تو اس سے یہ بات قوی ہوتی ہے کہ اس الذَّكْرَ وَالْأُنْثَى کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔

3. بعض اوقات وہ قراءات بالکل موضوع ہوتی ہے جیسے کہ ابوالفضل محمد بن جعفر خزاعی کی قراتیں ان کو انہوں نے امام ابو

حنیفہ کی طرف منسوب کیا، امام دارقطنی، تمام علما نے تحقیق کر کے بتایا ہے۔ کہ یہ تمام قراتیں منسوخ ہیں۔⁵⁰

4. بعض اوقات سند اضعیف ہوتی ہیں کسی ضعیف راوی سے منقول ہوتی ہے۔ جیسے ابن السمعین اور ابوالسال کی قراتیں۔⁵¹ جو

کہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں یا بہت سی وہ قراتیں جو ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف میں مختلف صحابہ و تابعین سے منسوب کی ہیں اس کتاب کو آرتھر جیفری نے ایڈٹ کر کے شائع کرایا ہے۔ مگر ان کی اسناد ضعیف ہیں۔

⁴⁷ Abu Ja'fir Muhammad al-Taḥāwī, Mushkil al-Athār sharah Ma'ānī al-Athār, 4:196.

⁴⁸ Bukhārī, Al-Saḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Tafsīr, Hadith No. 4943,4944.

⁴⁹ Aḥmad bin 'Alī bin ḥajar 'Asqalānī, Fatah al-bārī Sharah Saḥīḥ al-Bukhārī (Beirut: Dār al-Ma'rifah, 1379 A.H), 8:707.

⁵⁰ Jalāl al-Dīn al-Sayūṭī, Al-'itiqān fi 'Ulūm al-Qur'ān, 1:78,79.

⁵¹ Ibn al-Jawzī, Al-Nashr fi al-Qurān al-'ashr, 1:16.

5. بعض شاذ قراتوں کو دیکھ کر یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ کسی تابعی سے سہواً قرآن کی قرات میں غلطی ہو گئی جو کہ ممکن ہے اور بڑے سے بڑے حافظ قرآن سے بھی غلطی کا امکان ہوتا ہے تو اس وقت سننے والوں میں سے کسی نے ویسے ہی روایت کر دیا

ہو۔⁵²

قرآن کی وہ تمام قراتیں جو شاذ ہیں وہ زیادہ تر انہی پانچ صورتوں میں سے کسی نہ کسی ایک یا زیادہ صورتوں کے تحت پائی جاتی ہیں۔ لہذا اس صورت میں مذکورہ قراتوں کو معتبر کسی صورت قرار نہیں دیا جاسکتا تھا اس لیے چودہ سو سالوں میں یہ تمام قراتیں نہ تو معتبر مانی گئیں نہ ہی ان کو تلاوت کیا جاتا رہا۔ نہ متواتر ہوئیں نہ ہی مشہور ہو سکیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گولڈزیہر نے مذاہب التفسیر الاسلامی میں بہت دقت نظر اور اسلام کے گہرے مطالعہ کا ثبوت دیا۔ مگر کیونکہ ایک مسلمان اور غیر مسلم کے اسلام کا مطالعہ کرنے میں فرق رہتا ہے تو یہ فرق اس کتاب میں ضرور نظر آتا ہے۔ مختلف آراء و اقوال کی روشنی میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے۔ کہ بعض مسلم علماء گولڈزیہر کے اس طرح کے اعتراضات کو علمی غلطیاں قرار دیتے ہیں۔ اور بعض اس کی سوچی سمجھی صیہونی استثنائی سازش کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ بہر حال تفسیر کے جن پہلوؤں پر گولڈزیہر نے قلم اٹھایا ہے۔ وہ بہت اہم ہیں اور ان پر مزید بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ قرآنی متن کے حوالے سے گولڈزیہر کی تحقیقات نے دیگر مستشرقین کے لئے نئی راہ کھول دی ہے مگر حقیقت امر یہ ہے کہ دین اسلام حبل اللہ المتین ہے اور قرآن کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ لہذا اس میں کہیں سے رخنہ اور محل اعتراض موجود نہیں ہے۔

⁵² Al-Mabālī fi Nazm al-Mālī, Muqadamatān fi 'Ulūm al-Qurān (Eygept: Maktabah al-Khanjī, 1954 A.D), 170.